عقل و نقل کے تناظر میں التفسیر العلمی (سائنسی تفسیر) کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of The Scientific Approach to Tafsir in The Context of Theological Debates on Reason and Revelation

Hafiz Zafar Mehmood
PhD Scholar, Department of Quran and Tafsir, AIOU Islamabad
Email: drzafarsadozai@gmail.com
Dr Mohyuddin Hashimi
Dean, Faculty of Arabic and Islamic Studies, AIOU Islamabad
Email: mohyuddin.hashmi@aiou.edu.pk

Abstract
This study explores the scientific approach to Qur'anic exegesis (al-Tafsir al-'Ilmi) within the framework of theological debates on reason (‘aql) and revelation (naql). The Qur'an and the observable universe, as manifestations of the same Divine source, inherently lack any real contradiction. Al-Tafsir al-'Ilmi leverages modern scientific discoveries to clarify and expand the understanding of Qur'anic verses, aligning divine revelation with empirical phenomena .
The first section of this study defines al-Tafsir al-'Ilmi, delving into its principles and significance. The second section examines classical theological discussions on the interplay between reason and revelation, providing a foundation for understanding the logical and theological basis of scientific exegesis and delineating its boundaries .
The third section analyzes divergent scholarly perspectives on al-Tafsir al-Ilmi, addressing the debates and controversies that have contributed to confusion among researchers. By comparing these perspectives, the study aims to provide clarity and a balanced conclusion, offering insights into the role and limitations of scientific approaches to Qur'anic interpretation. This work contributes to bridging the gap between theological tradition and modern scientific inquiry, enriching both fields in the process.
Keywords: Al-Tafsir al-'Ilmi, Qur'anic Exegesis, Reason (‘Aql), Revelation (Naql), Science and Religion, Theological Debates, Divine Revelation, Empirical Phenomena

مظاہر کائنات اور قرآنی آیات ہم آہنگ ہیں۔ عقل صحیح اور نقل صریح میں تعارض نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مظاہر کائنات خدائے تعالیٰ کی کمال صناعی کا نمونہ ہیں (work of the God) جبکہ آیات قرآنیہ اسی خدائے برتر کا کلام ہیں (Word of the God)۔ چونکہ ان دونوں کا منبع ایک ہے اس لئے ان میں تعارض ممکن

نہیں۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان کرنے کے لئے جدید سائنسی تحقیقات کا سہارا لیا جاتا ہے اور آیت کے مفہوم کی مزید وضاحت کی جاتی ہے اس اسلوب کو التفسیر العلمی یا سائنسی تفسیر کہا جاتا ہے۔ اس مقالے کی مبحث اول میں التفسیر العلمی کی اصطلاح کو واضح کیا جائے گا۔

چونکہ قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر مشاہدے، عقل اور منطق کی بنیاد پر کی جاتی ہے اس لئے شریعت اسلامیہ میں عقل و نقل سے متعلق کلامی مباحث کا مختصر ابیان اس مقالے کی افادیت بڑھانے کا سبب بنے گا اور سائنسی تفسیر کی منطقی و کلامی بنیادوں اور اس کے حدود و جوانب سے آگاہی فراہم کرے گا اس لئے مبحث دوم میں عقل و نقل کی روایتی ابحاث کو مختصر ابیان کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم کی تفسیر علمی سے متعلق مفسرین کی آراء بھی مختلف رہی ہیں اور اس اختلاف کے باعث طالبانِ تحقیق سائنسی تفسیر کے موضوع پر الجھن کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ مبحث سوم میں تفسیر علمی سے متعلق مفسرین کی آراء اور دلائل کا تقابل کیا جائے گا اور قاری کے لئے نتیجے کی بات تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔

مبحثِ اوّل: التفسیر العلمی (سائنسی تفسیر) کا معنی و مفہوم

عربی زبان میں تفسیر کا مادہ وضاحت اور بے غبار تشریح کرنے کے معنی میں آتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا۔ [1]

فاء، سین اور راء جب ایک کلمہ کی صورت میں آتے ہیں تو اس مراد کسی چیز کا زیادہ بیان اور وضاحت ہوتا ہے [2]۔

تفسیر بحر محیط کے مقدمہ میں ہے:

و يطلق التفسير ايضا على التعرية للانطلاق،قال ثعلب:تقول:فسرت الفرس اى عريته لينطلق في حصره [3] یعنی تفسیر کا ایک معنی بے حجاب کرنا اور گھوڑے سے زین اٹھا دینا بھی ہوتا ہے تاکہ اس کی کمر ننگی ہو جائے اور وہ آزاد گھوم پھر لے۔ یہاں بھی کھول دینا اور واضح کر دینا ہی مفہوم ہے۔

جہاں تک تفسیر کی اصطلاحی تعریفات کا تعلق ہے تو وہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ تفسیر کی ایک معروف اصطلاحی تعریف ابوحیان اندلسی نے کی ہے جسے بعد کے اکثر مفسرین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

التفسیر: علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتها، واحكامها الافرادية، والتركيبية، و معانيها التى تحمل عليها حالة التركيب و تتمات لذالک [4]

تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کریم کے الفاظ کو ادا کرنے کے طریقوں اور ان کے مفاہیم سے بحث کی جاتی ہے، اور ان کے انفرادی اور ترکیبی احکام کو زیر بحث لایا جاتا ہے، اور ان معانی سے بحث بھی ہوتی ہے جو ان الفاظ

کی ترکیبی حالت میں مراد ہوتے ہیں، مزید ان چیزوں سے بھی بحث کی جاتی ہے جو ان تمام معانی و مفاہیم کے لئے ذیلی اور تتمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کچھ علماء نے تفسیر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے قرآن کریم کے الفاظ کے فہم سے ایک درجہ آگے بڑھ کر علوم القرآن کو بھی تفسیر ہی کے علم کا ایک حصہ قرار دیا ہے مثلاً علامہ زرکشی کی تعریف[5] کے مطابق علم تفسیر میں آیات و سورتوں کی ترتیب، ان کا مکی و مدنی ہونا، ان کا محکم و متشابہ ہونا، ناسخ و منسوخ ہونا، خاص و عام ہونا، مطلق و مقید ہونا اور مجمل یا بیان والا ہونا سبھی علوم، تفسیر کے دائرے میں آتے ہیں۔ اسی طرح علامہ سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں[6] بیان کردہ تعریف میں علامہ زرکشی کی تعریف سے بھی کچھ زیادہ علوم کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

علامہ عبد العظیم زرقانی نے تفسیر کی مختصر جامع مانع تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے: التفسير علم يبحث فيه عن احوال القرآ ن المجيد من حيث دلالته على مراد الله بقدر الطاقة البشرية۔[7] اس تعریف کے مطابق قرآن کریم کے الفاظ سے اللہ کریم کی مراد کو معلوم کرنے کے لئے جن جن علوم کی ضرورت پڑتی ہے وہ سبھی علم تفسیر ہی کا ایک حصہ شمار کیے جاسکتے ہیں

التفسیر العلمی کا معنی و مفہوم

التفسیر العلمی یا سائنسی تفسیر کو تفسیر بالرائے میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ تفسیر بالرائے[8] میں مفسر آیات قرآنیہ کی ایسی تشریح کرتا ہے جو اس نے خود استنباط کی ہوتی ہے، ایسی تفسیر آیت کے سیاق و سباق کے معنی کو خراب بھی نہیں کرتی اور کتاب و سنت کے مخالف بھی نہیں ہوتی۔ اس تفسیری رجحان کے بہت سے پہلو ہیں جن میں سے کلامی تفسیر، بلاغی تفسیر، اشاری تفسیر اور لغوی تفسیر قابل ذکر ہیں۔ التفسیر العلمی یا سائنسی تفسیر بھی ایسا ہی ایک پہلو ہے۔

لفظِ علم عربی زبان کا معروف لفظ ہے لیکن مختلف زمانوں میں اس کے مدلولات میں تنوع اور جدت آتی رہی ہے۔ فلاسفہ اور حکماء کے ہاں صورة الشيء الحاصلة في الذهن کو علم کہا جاتا ہے، متکلمین کے نزدیک صفة يتجلى بها الامر لمن قامت به کو علم کا نام دیا جاتا ہے، جبکہ مادیین (سائنس کے ماہرین) کے ہاں علم صرف وہی ہے جو حواس سے ماخوذ یقینیات پر مشتمل ہو، وہ غیب کی باتوں کو علم ہی نہیں گردانتے[9]۔

دوسری طرف اہل شریعت کے ہاں علم نام ہی اس چیز کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جائے، مخلوق میں اس کی نشانیوں اور افعال کو جانا اور سمجھا جائے اور اس کے اوامر و نواہی کی پہچان کی جائے[10]۔ موجودہ دور میں التفسیر العلمی کی اصطلاح ان مذکورہ معانی میں سے کسی کو بھی پوری طرح شامل نہیں ہے۔ العلم کو فی زمانہ سائنس کے عربی مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ سائنس کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

سائنس سے مراد ایسی منظم معلومات ہیں جن کا تعلق مادی دنیا اور اس کے مظاہر سے ہے اور جس کی بنیاد غیر جانبدار مشاہدے اور تجربہ پر ہے۔عام طور سے سائنس کا دائرہ آفاقی سچائیوں سے متعلق معلومات اور بنیادی قوانین کی عملیات کے گرد گھومتا ہے[11]

التفسیر العلمی کی ایک تعریف یوں کی گئی ہے جس کی بنیاد پر سائنسی تفسیر کو نادرست کہا جاتا ہے:

هو التفسير الذى يُحكم الاصطلاحات العلمية فى عبارة القرآن، و يجتهد فى استخراج مختلف العلوم و الآراء الفلسفية منها۔[12]

یعنی یہ تفسیر کی وہ قسم ہے جس میں قرآن آیات کی تشریح کے دوران سائنسی اصطلاحات کا استعمال کیا جاتا ہے،انہیں حکم بنایا جاتا ہے اور مختلف سائنسی علوم اور فلسفیانہ آراء کے استخراج کی کوشش کی جاتی ہے۔ محمد حسین ذہبی بھی نے بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف لکھی ہے۔[13] اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنسی تفسیر کے دوران قرآن کریم تابع بن جاتا ہے اور سائنسی نظریات گویا قرآن کریم کی جانچ پڑتال کرتے ہیں، جو کہ یقیناً تفسیر کے مزاج کے خلاف بات ہے،اس لئے اس طرح کی تعریف کے بعد سائنسی تفسیر کی درستی کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

سائنسی تفسیر کی ایک تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

المراد بالتفسير العلمى: هو اجتهاد فى كشف الصلة بين آيات القرآن الكريم الكونية، و بين مكتشفات العلم التجريبى ،على وجه يظهر به اعجاز القرآن يدل على مصدره وصلاحيته لكل زمان و مكان۔[14]

یعنی تفسیر علمی میں پوری کوشش کی جاتی ہے کہ قرآن کریم کی آیات کونیہ اور تجرباتی سائنس کے اکتشافات کے درمیان ہم آہنگی ظاہر کی جائے تاکہ اعجاز قرآن ظاہر ہو جائے اور یہ تفسیر ایسی مستند ہوتی ہے کہ ہر زمان و مکان میں درست قرار پاتی ہے۔اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی سائنسی تفسیر میں صرف ان حقائق علمیہ اور سائنسی اکتشافات ہی کو زیر بحث لایا جاتا ہے جو قرآن کریم کے اعجاز سے متعلق ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ثابت شدہ حقائق کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔اس تعریف کے مطابق سائنسی نظریات کی روشنی میں سائنسی تفسیر نہیں کی جاسکتی بلکہ سائنسی قوانین ہی التفسیر العلمی میں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

ایک تعریف یوں کی گئی ہے جو کہ دکتور زغلول نجار کی رائے کے بہت موافق[15] ہے اور جس کے مطابق:

هو استخدام العلم التجريبى فى زيادة ايضاح معانى الآيات القرآنية و توسيع مدلولاتها۔[16]

یعنی اس طرز تفسیر میں تجرباتی سائنس کو قرآن کریم کی آیات کے معانی کی مزید وضاحت کے لئے اور مفاہیم میں وسعت پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

التفسیر العلمی کی تعریف میں یہ تیسرا رجحان جدید مفسرین کا ہے جن کے مطابق سائنسی تفسیر کا مجال بہت وسیع ہے اور اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے کیونکہ اس طرز تفسیر میں نہ صرف سائنسی حقائق و قوانین کی مدد سے آیات قرآنیہ کی مزید وضاحت کی جاتی ہے بلکہ سائنسی نظریات اور ابتدائی سائنسی معلومات کو بھی تفسیر کے ضمن میں بیان کر دیا جاتا ہے فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں مفسر اپنی رائے کو بالجزم بیان کرنے سے کتراتا ہے جیسا کہ کسی بھی تفسیر بالرائے کے لئے یہ طریقہ کار ضروری ہے۔

مبحث دوم: عقل و نقل سے متعلق کلامی مباحث اور ان کا سائنسی تفسیر سے تعلق

سائنسی تفسیر اسلامی علوم میں ایک اہم موضوع ہے، جو قرآن مجید کے سائنسی پہلوؤں کی وضاحت اور جدید سائنسی دریافتوں سے اس کے مطابقت کے سوالات کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس اسلوب تفسیر کو سمجھنے کے لیے اسلامی عقل و نقل کی کلامی مباحث کی گہری تفہیم ضروری ہے۔

قرآن مجید کی سائنسی تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے کلام کو جدید سائنسی فکر کی روشنی میں سمجھا جائے۔ اس عمل میں عقل (یعنی مشاہدہ، تجربہ، اور استدلال) اور نقل (وحی اور الہام) کے درمیان ایک متوازن تعلق قائم کرنا ضروری ہے۔۔ اسلامی فکر میں عقل کو خدا کی دی ہوئی صلاحیت تصور کیا جاتا ہے جو انسان کو حقیقت کا ادراک کرنے میں مدد دیتی ہے۔ تاہم، عقل کی حدود کا تعین اہم ہے، کیونکہ وحی کے بغیر عقل بعض اوقات حقیقت تک پہنچنے میں ناکام رہ سکتی ہے۔ جبکہ نقل قرآن وسنت پر مشتمل ہے، جو انسانی عقل کو صحیح سمت فراہم کرتی ہے۔ وحی علم کا ناقابل تبدیل ذریعہ ہے جو مادی اور روحانی دنیا کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلامی فکر میں عقل کو تفکر اور تدبر کا ذریعہ اور نقل کو وحی کا مظہر گردانا جاتا ہے۔ عقل اور نقل کا تصور دیگر علوم کی تشکیل میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دونوں علم کے دو اہم ذرائع ہیں، جو باہمی طور پر ایک دوسرے کے معاون ہیں۔

عقل کا مفہوم

عقل، عربی زبان میں "عَقَلَ" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں "روکنا" یا "باندھنا"۔ عقل انسان کی وہ فطری قوت ہے جو تفکر، استدلال، اور تجزیے کے ذریعے معلومات حاصل کرتی ہے۔ اسلامی تناظر میں عقل وہ قوت ہے جو انسان کو خیر و شر میں تمیز اور حقیقت کی جستجو کے قابل بناتی ہے۔ قرآن مجید متعدد مقامات پر متنوع انداز میں عقل کے استعمال پر زور دیتا ہے کہیں پر تفکر و تدبر کی تاکید کے ضمن میں، کہیں دعوت دین کے لئے عقل کے استعمال پر برانگیختہ کرنے کے لئے تو کسی مقام پر عقل کو انسانی فضیلت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے[17]۔

عقل کی خصوصیات اور حدود

عقل انسانی شعور کی وہ بنیادی قوت ہے جو تفکر، تجزیہ، اور استنباط کے ذریعے علم حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، عقل انسان کو خیر و شر میں تمیز کرنے، حقیقت کو سمجھنے، اور کائنات کے اسرار دریافت کرنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔ عقل کی ایک نمایاں خصوصیت اس کا استدلالی اور تحقیقی پہلو ہے، جس کے ذریعے انسان تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاہم، اسلامی فکر میں عقل کی محدودیت بھی تسلیم کی جاتی ہے، کیونکہ یہ وحی کی رہنمائی کے بغیر بعض اوقات گمراہ ہو سکتی ہے۔ عقل کو نقل کا تابع تصور کیا جاتا ہے، تاکہ انسان حقائق کے قریب تر ہو سکے۔ عقل کی یہ خصوصیات انسان کی عملی زندگی میں فیصلہ سازی، فکری ارتقا، اور علم کی ترقی میں مرکزی کردار ادا کرتی ہیں۔

نقل کا مفہوم

نقل کا لغوی مفہوم عربی زبان میں "منتقل کرنا" یا "ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا" ہے۔ یہ لفظ کسی چیز کو جوں کا توں نقل کرنے یا روایت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نقل کا مطلب معلومات، الفاظ، یا اعمال کو من و عن آگے پہنچانا یا محفوظ کرنا بھی ہے۔ اس کا استعمال اکثر ایسی معلومات کے لیے ہوتا ہے جو کسی معتبر ذریعہ سے منتقل کی گئی ہوں، جیسے قرآن مجید، احادیث نبوی، یا کسی عالم کی بیان کردہ تعلیمات۔

فکر اسلامی کی اصطلاح میں نقل وحی کے ذریعے حاصل ہونے والے علم کا مظہر ہے جو خدا کی طرف سے انبیا کے ذریعے انسانوں تک پہنچا۔ یہ علم قرآن و سنت میں محفوظ ہے اور انسان کی رہنمائی کے لیے ابدی اصول فراہم کرتا ہے۔ اسلامی فکر میں نقل کو عقل سے بلند مقام دیا گیا ہے، کیونکہ یہ علم خدا کی طرف سے ہے، جو ہر قسم کی خطا سے پاک ہے۔

نقل کی خصوصیات اور اسلامی علوم کی تشکیل میں اس کی اہمیت

نقل اسلامی علوم کی تشکیل کا بنیادی ماخذ ہے، کیونکہ یہ وحی پر مبنی علم ہے جو قرآن و سنت میں محفوظ ہے۔ نقل کی خصوصیات میں اس کی قطعی صداقت، غیر متغیر ہونے کا پہلو، اور انسانی فہم کے لیے ابدی رہنمائی شامل ہیں۔ نقل ہر قسم کی خطا سے پاک ہے اور اسلامی عقائد، عبادات، اور اخلاقیات کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ عقل کو صحیح سمت میں رہنمائی فراہم کرتی ہے، تاکہ انسان کی تفہیم حقیقت کے قریب تر ہو سکے۔ اسلامی علوم کی تشکیل میں نقل کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ فقہ، تفسیر، حدیث، اور علم کلام جیسے شعبوں کے اصول و ضوابط کا ماخذ ہے۔ نقل کے بغیر اسلامی علوم نہ صرف ادھورے رہتے ہیں بلکہ فکری گمراہی کا خطرہ بھی پیدا ہو

جاتا ہے۔ نقل ہی کے ذریعے اسلامی معاشرتی ڈھانچے، قانونی نظام، اور روحانی ترقی کی بنیاد رکھی گئی ہے اور علم کے ہر شعبے کو وحی کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔

عقل و نقل سے متعلق کلامی مباحث: معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ کا موقف

اسلامی فکر میں عقل و نقل کا تعلق ہمیشہ سے ایک اہم موضوع رہا ہے، اور مختلف کلامی مکاتب فکر نے اس پر اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔ ان میں معتزلہ، اشاعرہ، اور ماتریدیہ کے موقف نمایاں ہیں۔ ہر مکتب نے عقل و نقل کے تعلق کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے اور اپنے نظریات کی بنیاد پر اسلامی عقائد کی تشریح کی ہے۔ معتزلہ، اشاعرہ، اور ماتریدیہ نے عقل و نقل کے تعلق پر مختلف زاویوں سے بحث کی، جو اسلامی فکر کی تنوع اور گہرائی کو ظاہر کرتی ہے۔ معتزلہ نے عقل کو فوقیت دی، اشاعرہ نے نقل کو بنیادی حیثیت دی، اور ماتریدیہ نے ان دونوں کے درمیان توازن قائم کیا۔ ان مباحث نے اسلامی علم کلام کو فلسفیانہ اور فکری بنیادوں پر مضبوط کیا اور مختلف مکاتب فکر کو اپنی رائے کے دلائل پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔

معتزلہ کا نقطہ نظر

معتزلہ مکتب فکر عقل کو نقل پر فوقیت دیتا ہے۔ یہ مکتبہ فکر آٹھویں صدی میں واصل بن عطا کی قیادت میں وجود میں آیا۔ معتزلہ نے توحید اور عدل کو اپنے بنیادی اصولوں میں شامل کیا اور عقل کو دینی عقائد کی تفہیم کا اہم ذریعہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک خدا کی صفات کو ذات سے الگ ماننا ناقابل قبول تھا، اور انہوں نے خیر و شر کا تعین انسانی عقل پر مبنی قرار دیا۔

معتزلہ نے عقل کو علم کے حصول اور دینی مسائل کی تفہیم میں بنیادی حیثیت دی اور اسے نقل پر فوقیت دی۔ ان کے نزدیک عقل خدا کی حکمت اور عدل کو سمجھنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ انہوں نے عقل کو شریعت پر مقدم کرنے کی بنیاد اس دلیل پر رکھی ہے کہ عقل ہی شریعت کے صحیح ہونے کی طرف راہنمائی کرتی ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول کا سچا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر (تعارض کے وقت) نقل کو عقل پر مقدم کیا جائے گا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ "فرع" کو "اصل" پر مقدم کیا گیا اور اس کی وجہ سے "اصل" باطل ہو جائے گا۔ اور جب اصل (عقلی دلیل) باطل ہو گیا جو فرع پر دلالت کرتا ہے تو فرع (نقلی دلیل) خود بخود باطل ہو جائے گا۔

> "متکلمین (معتزلہ) عقل کو اہمیت دینے میں حد سے تجاوز کرتے اور شریعت (نقل) کی تعظیم میں کمی کرتے ہیں، اس بات پر سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ متکلمین کسی بھی نص شرعی کو رد

کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، بلکہ نص کو اُن عقلی قواعد سے خارج کر دیا جاتا ہے جو متکلمین نے خود وضع کیے ہیں اور اُن عقلی قواعد کو خدا کی شریعت پر حاکم و فیصلہ کن بناتے ہیں، لہذا یہ حضرات اُسی کو ثابت مانتے اور صرف اُسی کو قبول کرتے ہیں جو عقلی قواعد کے موافق ہو، اور جو کچھ عقلی قواعد کے خلاف ہو، اُس کو رد کر کے اس کا انکار کرتے ہیں، بلکہ نظام کی رائے یہ ہے کہ کبھی عقلی دلیل، خبر (نقل) کو منسوخ کر دیتی ہے۔"[18]

عدل الٰہی کی تفہیم

معتزلہ کا کہنا تھا کہ اللہ عادل ہے اور کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ اگر کسی عقیدہ یا عمل میں عدل کے اصول کے خلاف کوئی چیز نظر آئے، تو اسے عقل کی روشنی میں سمجھنا چاہیے، خواہ وہ بظاہر نقل کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

خیر و شر کا معیار

معتزلہ کے مطابق خیر و شر کی پہچان عقل کے ذریعے ممکن ہے، اور انسان عقل سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کون سا عمل درست ہے اور کون سا غلط۔

صفات الٰہیہ کا مسئلہ

معتزلہ نے صفات کو ذاتِ الٰہی سے الگ ماننے کے بجائے انہیں خدا کی ذات کا عین حصہ قرار دیا۔ وہ کہتے تھے کہ صفات کو خدا کی ذات سے الگ ماننا عقل کے خلاف ہے، کیونکہ اس سے کثرت کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معتزلہ نے قرآن کی مخلوق ہونے کا نظریہ پیش کیا، جو اس بات پر مبنی تھا کہ اللہ کی صفتِ کلام کو مخلوق قرار دینا عقل کے مطابق ہے، کیونکہ ازلی اور غیر مخلوق صرف اللہ کی ذات ہو سکتی ہے۔

اشاعرہ کا موقف اور اس کے دلائل

اشاعرہ کا مکتب فکر امام ابوالحسن الاشعری کی قیادت میں دسویں صدی میں تشکیل پایا۔ یہ مکتب فکر نقل کو عقل پر فوقیت دیتا ہے اور عقائد کی وضاحت میں وحی کو بنیادی ماخذ تسلیم کرتا ہے۔ اشاعرہ نے خدا کی صفات کو ظاہر کے مطابق مانا لیکن ان کی حقیقت کو انسان کے ادراک سے ماورا قرار دیا۔ ان کا موقف تھا کہ خیر و شر کا تعین وحی کے ذریعے ہوتا ہے، نہ کہ صرف انسانی عقل کے ذریعے۔

اشاعرہ نے نقل کو عقل پر فوقیت دی اور کہا کہ دینی مسائل میں وحی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک عقل کو نقل کے تابع رہنا چاہیے، کیونکہ عقل محدود اور ناقص ہے، جبکہ نقل (قرآن و سنت) قطعی اور کامل

رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ قرآن مجید میں یہ تصریح آئی ہے کہ تنازع و اختلاف کے وقت لوگوں کو کتاب و سنت کی طرف پھیرا جائے، لوگوں کی آراء و قیاسات کی طرف نہ پھیرا جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا[19]

عقل کی محدودیت

اشاعرہ کے نزدیک انسانی عقل ناقص ہے اور بعض اوقات حقائق کو سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ اس لیے نقل کی رہنمائی ضروری ہے تاکہ انسان گمراہی سے بچ سکے۔

صفات الٰہیہ کا مسئلہ

اشاعرہ نے صفات کو ذات سے الگ مانا اور ان کی تعبیر بالکل ظاہر کے مطابق کی، کیونکہ ان کے نزدیک صفات کا انکار نقل کے خلاف ہے۔ اشاعرہ نے قرآن کو غیر مخلوق قرار دیا اور کہا کہ یہ اللہ کی صفتِ کلام کا اظہار ہے، جو ازلی اور غیر مخلوق ہے۔

خیر و شر کا معیار

اشاعرہ کے مطابق خیر و شر کا تعین عقل سے نہیں بلکہ نقل سے ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ اللہ نے خیر کہا ہے، وہی خیر ہے، اور جو کچھ اللہ نے شر کہا ہے، وہی شر ہے، خواہ عقل اسے سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔

چونکہ تمام عقول یکساں اور خود واضح و ظاہر نہیں ہیں اور نہ ہی لوگوں کے پاس اس پر کوئی معلوم دلیل موجود ہے، بلکہ عقول میں اختلاف و اضطراب پایا جاتا ہے، اس کے باوجود اگر عقل کو شرع پر مقدم کیا جائے گا تو لوگوں کو ایسی چیز کے حوالے کرنا لازم آئے گا جس کے ثبوت و معرفت کا کوئی راستہ نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کا اس پر اتفاق ہے۔ جہاں تک شرع کی بات ہے تو وہ بذات خود صادق کا قول ہے اور یہ شرع کی ایک ایسی لازم صفت ہے جو لوگوں کے احوال کے بدلنے سے نہیں بدلتی، اس کا علم بھی ممکن ہے اور لوگوں کو اس کی طرف پھیرنا بھی ممکن ہے[20]۔

ماتریدیہ کا موقف اور اس کی جامعیت

ماتریدیہ مکتب فکر امام ابو منصور الماتریدی کے نام سے منسوب ہے اور دسویں صدی میں ابھرا۔ یہ مکتب عقل اور نقل کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ ماتریدیہ کے نزدیک بنیادی عقائد نقل سے اخذ کیے جاتے ہیں، لیکن عقل کو بھی ان کی تشریح اور تفہیم میں اہمیت حاصل ہے۔ یہ مکتب خدا کی صفات کو ذات سے الگ تسلیم کرتا ہے لیکن ان کی وضاحت میں تفویض (اللہ کی منشا پر چھوڑ دینا) کو ترجیح دیتا ہے۔ ماتریدیہ نے عقل اور نقل کے درمیان ایک

معتدل موقف اختیار کیا۔ ان کے نزدیک عقل اور نقل دونوں اہم ہیں، لیکن نقل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ عقل کو نقل کے تابع رہتے ہوئے استعمال کیا جانا چاہیے۔

خیر و شر کا تعین

ماتریدیہ کے نزدیک عقل خیر و شر کا تعین کر سکتی ہے، لیکن اس کی تصدیق نقل کے ذریعے ہوتی ہے۔ ان کے مطابق انسان فطری طور پر عقل کے ذریعے کچھ بنیادی اخلاقی اصول سمجھ سکتا ہے، مگر شریعت ان اصولوں کی وضاحت کرتی ہے۔

صفاتِ الٰہیہ

ماتریدیہ نے صفات کو ذات سے الگ تسلیم کیا لیکن ان کی تفصیل میں اشاعرہ کی طرح تعبیر بالظاہر پر زور نہیں دیا۔ ان کے نزدیک صفات کو تفویض کرنا (اللہ کی منشا پر چھوڑ دینا) زیادہ مناسب ہے۔

ماتریدیہ کے مطابق عقل دین کے بنیادی اصول، جیسے خدا کی وحدانیت اور عدل کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، لیکن وحی کے بغیر مکمل رہنمائی فراہم نہیں کر سکتی۔ ماتریدیہ نے اس بات پر زور دیا کہ ایمان عقل اور نقل دونوں کے امتزاج سے مکمل ہوتا ہے۔ ان کے مطابق ایمان عقلی دلائل کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، لیکن اس کی تکمیل نقل کے ذریعے ہوتی ہے۔

اگر نصِ شرعی، عقل کے مخالف ہو تو وہ یقیناً مردود ہے، کیونکہ جو چیز عقل کے خلاف ہوتی ہے وہ شریعت نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ شریعت، عقل کے خلاف ہی نہیں ہوتی۔ لہذا شریعت (نقل) اور عقل کے تعارض کے وقت امام جوینیؒ شریعت کو تو رد کرتے ہیں، لیکن عقل کو رد نہیں کرتے۔

عقل و نقل کی ہم آہنگی اور ان کے مابین توازن

امام غزالیؒ کی رائے یہ ہے کہ ہر اُس چیز میں تاویل کی جائے جو عقلاً محال و ناممکن ہو۔ اس سے اُن کی مراد وہ چیز ہے جو اُن عقلی اُصولوں کے خلاف ہو جن کی بنیاد پر امام غزالیؒ نے بہت سی ایسی باتوں کو رد کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے بطورِ صفت استعمال کی ہے۔ اگرچہ امام غزالیؒ کے ہاں ایسی کسی قطعی نصِ شرعی کے وجود کا تصور نہیں ہو سکتا جو عقل کے خلاف ہو، مگر اس کے باوجود اُن کا کہنا ہے کہ صفات سے متعلق بعض احادیث (جن کو امام غزالیؒ "احادیث التشبیہ" کا نام دیتے ہیں) صحیح نہیں ہیں اور جو صحیح ہیں اُن کا مضمون قطعی نہیں ہے، بلکہ اُن میں تاویل کی گنجائش ہے۔[21]

امام غزالیؒ کے شاگرد ابن عربیؒ نے بھی تقریباً اپنے شیخ کی رائے کو ہی بیان کیا ہے، چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

"یہ بات درست نہیں ہے کہ شریعت میں کوئی ایسی چیز ہے جو عقل کے خلاف ہے، کیونکہ عقل ہی شرع کی صحت کی گواہی دیتی ہے اور اس طور پر شرع کا تزکیہ کرتی ہے کہ معجزہ، رسول کی صداقت پر دلالت کرتا ہے، لہذا شرع کیسے "تزکیہ کرنے والے" کے خلاف اور اس کی تکذیب کے لیے آسکتا ہے؟ یہ عقلا محال ہے۔"[22]

سائنسی تشریحات کے ذریعے قرآن حکیم کی تفسیر

اسلام کی کلامی روایات میں عقل و نقل کا ایک توازن موجود ہے۔ عقل کا استعمال اسلامی فلسفے اور اصول فقہ میں انسانی فکر کی رہنمائی کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، جب کہ نقل (وحی) کو حتمی سند اور رہنمائی کا ذریعہ مانا جاتا ہے۔ سائنسی تفسیر میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ قرآن مجید میں موجود سائنسی اشارے، جیسے کہ زمین و آسمان کی تخلیق، حیاتیاتی زندگی کی ابتداء، اور فلکیاتی مظاہر، عقل کے ذریعے دریافت کی جانے والی سائنسی معلومات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ لیکن ان اشاروں کو صرف عقل کی بنیاد پر سمجھنے کی کوشش کرنے کے بجائے، انہیں وحی کے سیاق وسباق میں دیکھا جانا چاہیے۔

سائنسی تفسیر کے حوالے سے یہ بات اہم ہے کہ قرآن مجید کا مقصد محض سائنسی حقائق پیش کرنا نہیں بلکہ انسانوں کو اللہ کی قدرت، حکمت اور کائنات کی تخلیق کے بارے میں غور وفکر کرنے کی دعوت دینا ہے۔ جدید سائنسی دریافتیں قرآن کی ان آیات کی مزید گہرائی اور وسعت کو ظاہر کرتی ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ ان آیات کو قرآن کی اصل ہدایت یعنی انسان کی رہنمائی کے تناظر میں سمجھا جائے۔

مبحث سوم: تفسیر علمی کے جواز وعدم جواز سے متعلق آراء کا تقابل

قرآن کریم کی تفسیر کے بنیادی طور پر دو ہی اسالیب ہیں۔ ایک تفسیر بالروایۃ اور دوسرے تفسیر بالرائے۔ ہر وہ تفسیر جس میں بجائے تفسیر بالروایۃ کے، کسی اور طریقے سے قرآن کریم کے الفاظ کی تشریح کی جائے وہ تفسیر بالرائے میں سے شمار ہوگی۔ اب تفسیر بالرائے کے محمود اور مذموم ہونے کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ آیا اس رائے کی اصل کسی روایت میں ملتی ہے یا نہیں، پھر اس پر فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ دین اور شریعت کے مزاج کے موافق رائے ہے یا نہیں۔ بالکل اسی طرح تفسیر علمی کا حال بھی ہے۔

اگر ہم تفسیر علمی کے مؤیدین اور ناقدین کی میں سے اکثریت کی آراء کو دیکھتے ہیں تو تفسیر کے بنیادی اصولوں میں وہ متفق دکھائی دیتے ہیں لیکن چونکہ ہر دو فریق کے ہاں تفسیر علمی کی تعریف ایک نہیں ہے بلکہ ہر دو کی بیان کردہ تعریف مختلف ہے اس لئے ہر فریق تفسیر علمی کے لئے اپنی بیان کردہ تعریف ہی کی روشنی میں اسے درست یا غلط قرار دیتا ہے۔ اگرچہ دونوں ہی فریقین میں کچھ علماء بھی ایسے ہیں جو حد اعتدال سے ہٹ کر تفسیر علمی کے جواز یا عدم جواز کے قائل ہیں۔

قرآن حکیم کے اعجاز لغوی پر جن سلف نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے جاحظ م255ھ، واسطی م306ھ، رمانی م386ھ، باقلانی م403ھ اور جرجانی م471ھ کے نام قابل ذکر ہیں[23]۔ان کے علاوہ غزالی م505ھ، فخر الدین رازی م604ھ، سکاکی م626ھ، زرکشی م794ھ، سیوطی م911ھ اور آلوسی م1270ھ ایسے بڑے نام ہیں جنہوں نے قرآن کی تفسیر بالرائے میں خصوصی خدمات سرانجام دی ہیں۔

اگر تفسیر علمی کے رجحان کا مطالعہ کریں تو جاحظ نے کتاب الحیوان میں، ابن حزم اندلسی نے المفصل میں، امام غزالی نے احیاء علوم الدین اور جواہر القرآن میں اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں قرآن حکیم میں مظاہر کائنات کا خصوصی تذکرہ کرکے استدلال کیا ہے۔طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر الجواہر میں حد اعتدال کے کہیں آگے جاکر قرآن کریم کی تفسیر علمی بیان کی ہے۔

اگر ہم تفسیر علمی کے رجحان پر اہل علم کی آراء کی جانچ پڑتال کریں تو تین نکتہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں:

اول: تفسیر علمی کے پرجوش مؤیدین

دوم: تفسیر علمی کے شدید مخالفین

سوم: اصول وضوابط کی روشنی میں تفسیر علمی کے جواز کے قائلین

تفسیر علمی کے پرجوش مؤیدین

حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی الطوسی تاریخ اسلام کے بڑے علماء میں سے ایک ہیں۔ قرآن حکیم کی تفسیر علمی کے قائلین میں سے ایک بڑا نام آپ کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

بل الاخبار و الآثار تدل ان فی معانی القرآن متسعا لارباب الفهم[24]۔یعنی احادیث و آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عقل والوں کے لئے قرآن حکیم کے معانی نکالنے کی بڑی گنجائش موجود ہے۔

اپنی کتاب جواہر القرآن کی فصل خامس میں آپ یہ دعوی کرتے ہیں کہ تمام کے تمام علوم قرآن حکیم سے نکلے ہیں اور اس کی ایک وضاحت آپ اس طرح سے دیتے ہیں:

ان القرآن يحتوى على آلاف من العلوم-- - الى ان قال آخرون: القرآن يحوى سبعة و سبعين الف علم و مائتى علم ، اذ كل كلمة علم، ثم يتضاعف ذالک اربعة اضعاف، اذ لكل كلمة ظاہر و باطن و حد و مطلع[25]۔

یعنی قرآن حکیم میں ستتر ہزار دو سو علوم ہیں کیونکہ قرآن کا ہر کلمہ ایک علم ہے پھر یہ سب علوم چار گنا مزید بڑھ جاتے ہیں کیونکہ ہر کلمہ کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی معنی اور ایک حد ہے اور ایک مطلع یعنی فہم۔

ڈاکٹر حسین ذہبی کی رائے میں امام غزالی تفسیر علمی کو رواج دینے والے پہلے شخص ہیں[26]۔ اسی طرح امام فخر الدین رازی نے مفاتیح الغیب میں تفسیر علمی کی روایت چھوڑی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ان القرآن اصل العلوم كلها، فعلم الكلام كله فی القرآن، و علم الفقه ماخوذ من القرآن، و كذا علم اصول الفقه، و علم النحو و اللغة، و علم الزهد فی الدنيا و اخبار الآخرة، و استعمال مكارم الاخلاق[27]۔

یعنی قرآن تمام کے تمام علوم کی بنیاد ہے۔ علم کلام سب کا سب قرآن میں ہے، علم فقہ قرآن سے ماخوذ ہے، علم اصول فقہ، علم النحو، علم اللغۃ، علم تصوف اور علم اخلاقیات سبھی قرآن سے ماخوذ ہے۔

امام رازی کے بعد امام بیضاوی م 691 نے اپنی تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل میں، نظام الدین نیشاپوری نے غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں، جلال الدین سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں اور الاکلیل فی استنباط التنزیل میں اور محمود آلوسی نے روح المعانی میں تفسیر علمی کے اسی نہج کی پیروی کی ہے اور موقع بہ موقع آیات کونیہ کی تفسیر میں سائنسی نکات کو بیان کیا ہے۔

شیخ طنطاوی جوہری نے الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم ، المشتمل علی عجائب المکنونات و غرائب الآیات الباہرات نام کی پچیس جلدوں پر مشتمل اپنی تفسیر میں اس قدر اچھوتا انداز اپنایا ہے اور نقشہ جات کی مدد سے سائنسی موضوعات کی مکمل تفصیل لکھی ہے کہ تفسیر بجائے خود ایک سائنس کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

برصغیر میں قرآن کی سائنسی تفسیر لکھنے والوں میں سر سید احمد خان، علامہ عنایت اللہ مشرقی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ڈاکٹر محمد رفیع الدین، وحید الدین خان، ڈاکٹر فضل کریم اور ایٹمی سائنسدان سلطان بشیر محمود (کتاب زندگی) کا نام قابل ذکر ہے۔ اردو زبان میں سائنسی تفسیر کرتے ہوئے حد اعتدال سے بڑھ جانے سے متعلق ڈاکٹر عاصم نعیم لکھتے ہیں:

"ان میں سے چند اسماء جیسے سر سید احمد خان اور علامہ مشرقی وغیرہ نے اپنی تفسیری تصنیفات میں بعض آیات قرآنیہ کے مفہوم کو عقل و سائنس سے مطابقت دینے کی سعی میں ایسے مطالب بھی اخذ کیے جو ان آیات سے کسی بھی طرح اخذ نہیں ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کی تفسیری آراء کو تفسیر بالرائے مذموم میں شمار کیا ہے۔ سر سید کی تفسیر القرآن اور علامہ مشرقی کی دس جلدوں میں مطبوع تذکرہ میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ علامہ مشرقی کی تفسیر کا

غالب حصہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء، اصول فطرت، علم ارضیات کی جدید دریافتوں اور علم فلکیات کی نئی بازیافتوں پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ علامہ مشرقی کی کتب تکملہ اور حدیث قرآن بھی سائنسی تفسیر ہی کی ایک شکل ہیں۔"[28]

تفسیر علمی کے شدید مخالفین

مفسرین اور اہل علم میں سے ایک جماعت ایسی رہی ہے جو قرآن حکیم میں تفسیر علمی کے عدم جواز کی قائل تھی۔ تفسیر علمی کو جائز نہ سمجھنے کے دلائل کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ان کے سرخیل صاحبِ تفسیر البحر المحیط علامہ ابو حیان اندلسی(م 745ھ) ہیں۔ آپ نے قرآن حکیم کی تفسیر کے ضمن میں ایسے علوم میں غور وخوض کرنے کی انتہائی سخت الفاظ میں مذمت بیان کی ہے۔ آپ کے مطابق یہ کام انتہائی درجے کی ملاوٹ اور خبط ہے کہ قرآن کی سائنسی تفسیر کی جائے[29]۔

امام ابو اسحاق شاطبی(م 790ھ) بھی تفسیر علمی کے شدید ناقدین میں سے ایک ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب موافقات فی اصول الشریعہ میں تفسیر کے اس نہج کو نادرست قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں:

فان السلف الصالح من الصحابة و التابعين و من يليهم كانو ااعرف با لقرآن و علومه و ما اودع فيه، و لم يبلغنا انه تكلم احد منهم فى شىء من هذ المدعى، سوى ما تقدم، وما ثبت فيه من احكام التكاليف، و احكام الآخرة و ما يلى ذالک، ولو كان عندمم فى ذالک خوض و نظر لبلغنا منه مايدل على اصل المسالة،الا ان ذالک لم يكن، فدل على انه غير موجود عندمم،وذالک دليل على ان القرآن لم يقصد فيه تقرير لشىء مما زعموا۔[30]

صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد والے لوگ قرآن اور اس میں رکھے گئے علوم سے سب سے زیادہ واقف تھے۔ ہم اس موضوع پر ان میں سے کسی کا بھی کلام نہیں پہنچا، سوائے جو ذکر ہو چکا، اور نہ ہی اس (تفسیر علمی) میں انسان کے مکلف ہونے اور آخرت وغیرہ سے متعلق احکام ملتے ہیں۔ پھر اس پر مزید یہ کہ اگر انہوں نے اس بارے میں غور وخوض کیا ہوتا تو اتنا تو ضرور ہم تک پہنچ جاتا جس سے اصل مسئلہ ثابت ہو جاتا، جو کہ نہیں ہوا، تو اس تمام سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے ہاں یہ (تفسیر علمی کا رجحان) موجود نہیں تھا اور یہ ایک دلیل ہے کہ قرآن کریم سے مقصود اسی طرح کی کوئی بھی چیز نہیں ہے۔

امام ابو اسحاق شاطبی اس رجحان کو اللہ تعالیٰ پر افتراء کے برابر قرار دیتے ہیں اور اس میں ایک ہی اصل کے قائل ہیں کہ قرآن حکیم کی تفسیر میں صرف انہی علوم کی مدد لی جائے گی جو وقت نزول عرب میں موجود تھے اور انہی علوم ہی کے ذریعے قرآن حکیم سے احکام شریعت کا استنباط کیا جائے گا[31]۔

محمد حسین الذھبی کے حوالے سے آچکا کہ وہ تفسیر علمی کی ایک خاص تعریف کے پیش نظر تفسیر علمی کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ آپ امام شاطبی کی رائے کو راجح قرار دے کر فرماتے ہیں:

وليعلم اصحاب هذه الفكرة ان من الخير لهم و لكتابهم ان لاينحو ا بالقرآن هذا المنحى في تفسيرهم۔[32]

تفسیر علمی کرنے والوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ان کے لئے اور ان کی تفسیری کتب کے لئے یہی بات اچھی ہے کہ وہ اس تفسیر علمی کے رجحان کے پیچھے نہ چلیں۔

شیخ محمود شلتوت کے مطابق تفسیر علمی کرنے والے بزعم خود یہ سمجھتے ہیں یہ وہ قرآن کی خدمت کر رہے ہیں لیکن در حقیقت وہ قرآن حکیم میں اجنبی فکر کی دراندازی کو موقع دے رہے ہیں اور قرآن حکیم ہر گز اس مقصد کے لئے نہیں اترا جو وہ تفسیر میں بیان کر رہے ہیں[33]۔

سید قطب قرآن حکیم کی عظمت اور جلال کے پیش نظر فی نفسہ تفسیر علمی کے جواز کے قائل ہونے کے باوجود اس بات کے حامی ہیں کہ اس طرح کی تفسیر نہ کی جائے۔ آپ اپنی اس رائے کی تین وجوہات ذکر کرتے ہیں[34]:

اول یہ کہ تفسیر علمی کا رجحان دراصل اس اندرونی شکست کا غماز ہے جو بعض لوگوں کو مغربی فکر سے ہو چکی ہے جس کی وجہ سے وہ جدید علوم کو قرآن پر حکم اور مھیمن بنا کر قرآن کی عظمت کی بے آبروئی کرتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ اس طرز تفسیر کو اپنانے میں ایک گونہ قرآن کے ازلی حقیقت اور حتمی حق ہونے پر شکوک و شبہات کا شکار ہونے کا شائبہ محسوس ہوتا ہے۔ حقیقت وہی ہے جو قرآن حکیم نے بیان کی چاہے سائنس اسے اپنائے یا انکار کر دے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس پر مستزاد یہ کہ قرآن ان چیزوں کو بطور مقصد بیان بھی نہیں کرتا۔

تیسرا یہ کہ سائنسی نظریات آئے روز بدلتے جاتے ہیں تو اس نہج پر تفسیر کرنے سے غیر ضروری طور پر ردو قدح کی نئی راہیں کھلیں گی کہ آج ایک سائنسی نظریے کی بنیاد پر قرآن حکیم کی ایک تفسیر بیان ہو رہی ہے اور کل کسی اور نظریے کی بنیاد پر دوسری۔ اس لئے تفسیر کا یہ اسلوب قرآن کی عظمت شان کے ہر گز لائق نہیں ہے۔

اصول وضوابط کی روشنی میں تفسیر علمی کے جواز کے قائلین

جیسا کہ اس بحث کی ابتداء میں بتایا گیا ہے کہ تفسیر علمی کی حدود و جوانب طے کرنے میں مختلف علماء نے مختلف مزاج اپنایا ہے۔ جو مفسرین تفسیر علمی کی تعریف ہی یہ کرتے ہیں کہ اس طرز تفسیر میں قرآنی آیات کو سائنسی اکتشافات کی روشنی میں واضح کیا جاتا ہے اور سائنسی حقائق کو ایک فیصلہ کن اور حکم کی حیثیت ہوتی ہے، ایسے مفسرین نے تفسیر علمی کے رجحان کو نادرست قرار دیا۔ اور جو مفسرین سائنسی اکتشافات کو محض ایک وسیلہ اور خادم مان کر

تفسیر علمی کے رجحان کو درست قرار دیتے ہیں ان کی بات میں بھی وزن ہے۔اس نکتہ نظر کے حامل مفسرین کی ایک بڑی تعداد دور جدید کے مفسرین کی ہے۔

قرآن حکیم میں جہاں ایمانیات و عقائد کا بیان ہے، اعمال صالحہ کو اپنانے اور افعال شنیعہ سے بچنے کے احکامات ہیں وہاں زمین و آسمان پر غور و فکر کرنے، انسان کی پیدائش میں تدبر کرنے اور کائنات کی تسخیر سے متعلق شعوری نکتہ نظر اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تفسیر علمی میں اس موضوع کو بطور خاص بیان کیا جاتا ہے۔

علامہ عبدالرحمن الکواکبی جو علامہ جوہری سے پہلے کے عالم ہیں اور سائنسی تفسیر کے غیر متشدد حامی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "طبائع الاستبداد و مصارع الاستبعاد" میں سائنسی تفسیر کے جواز بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ان آخری صدیوں میں سائنس نے وہ علمی حقائق آشکار کیے ہیں جن کی دریافت اور اعجاز کا سہرا علمائے یورپ کے سر ہے۔ لیکن قرآن کو دقت نظر سے پڑھنے والا ان حقائق کو کہیں صراحتا اور کہیں اشارۃً پائے گا کہ قرآن نے انہیں تیرہ صدیاں پہلے ہی بیان کر دیا ہے۔ بعض حقائق اب تک پردہ خفا میں ہیں تاکہ ایک زمانے میں ان کے انکشاف کے بعد قرآن کا معجزہ ثابت ہو اور یہ شہادت دیں کہ یہ اس ذات کا کلام ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔"[35]

شیخ طاہر بن عاشور نے بھی اپنی تفسیر التحریر والتنویر (اس مقالے میں اسی تفسیر کا اختصاصی مطالعہ کیا جائے گا) میں سائنسی تفسیر کو مشروط طور پر درست کہا ہے۔ آپ کے مطابق قرآن حکیم کی تفسیر میں مختلف علوم و معارف سے استفادہ ضروری ہے کیونکہ اس طرح قرآن حکیم کے معانی و مفاہیم مزید واضح اور روشن ہو کر سامنے آتے ہیں۔ آپ کے مطابق:

"بسا اوقات سائنس کے بعض مسائل کا قرآن کی آیت سے گہرا تعلق ہوتا ہے اس لئے تفسیر میں ان مسائل کو اسی طرح پیش کیا جاسکتا ہے جس طرح قرآنی دلیل کے اثبات میں کوئی کلامی بحث پیش کی جاتی ہے۔"[36]

ابن عاشور اپنے اس نکتہ نظر کی وضاحت کے بعد سائنسی تفسیر کی شرائط ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سائنسی تفسیر تبھی قابل قبول ہو گی جب اس میں ایجاز و اختصار کا طریق اپنایا جائے، سائنسی معلومات کا صرف خلاصہ بیان کیا جائے اور زیادہ تفاصیل میں نہ جایا جائے مبادا کہ یہی مقصود معلوم ہونے لگے[37]۔

علامہ زغلول نجار کی تفسیر الآیات الکونیہ بھی اس مقالے میں بطور خاص مطالعے میں آئے گی۔ آپ کا نکتہ نظر شیخ طاہر بن عاشور سے قدرے مختلف ہے۔ زغلول نجار کے مطابق قرآن میں ایک ہزار سے زائد آیات میں جس موضوع کی مختلف جہات کو الگ الگ مواقع پر بیان کیا گیا ہو اگر اس کی تفصیل کسی ایک جگہ ذکر کر دی جائے تو اس

میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اتنا خیال ضروری ہے کہ قرآن کی تفسیر بالرائے کی دیگر شرائط کی پیروی کی جائے اور قرآن کو منبع ہدایت ہی مانا جائے نہ کہ سائنس کی کوئی کتاب۔ دکتور زغلول نجار لکھتے ہیں:

فانی اری جواز فهم الاشارات العلمية الواردة بالقرآن الكريم على اساس من الحقائق العلمية الثابتة اولا، فان لم تتوافر فبالنظرية السائدة، فان لم تتوافر فبالفرض العلمى المنطقى المقبول، حتى لو ادى التطور العلمى فى المستقبل الى تغيير تلك النظرية، او ذالک الفرض او تطويرهما او تعديلهما؛لان التفسير يبقى اجتهادا بشريا خالصا من اجل حسن فهم دلالة الآية القرآنية ان اصاب فيه المرء فله اجران وان اخطا فله اجر واحد، و يبقى هذا الاجتهاد قابلاللزيادة والنقصان،وللنقد والتعديل والتبديل۔38

بے شک میری رائے یہ ہے کہ قرآن کریم میں موجود سائنسی اشارات کو پہلے تو ثابت شدہ سائنسی حقائق کی روشنی میں سمجھا جائے، اگر وہ نہ ہوں تو درست سائنسی نظریہ کے ساتھ اور اگر وہ بھی نہ ہو تو منطقی طور طے شدہ مفروضے سے بھی تفسیر درست ہے۔ اب اگر مستقبل میں سائنسی ترقی کی وجہ سے وہ نظریہ یا مفروضہ بدل گیا یا اس میں کچھ کمی زیادتی بھی ہو گئی تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ تفسیر (بالرائے) ایک خالص انسانی اجتہاد کا نام ہے جس میں اگر آیات قرآنیہ کو درست سمجھنے میں آدمی حقیقت کو پالے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر نہ پا سکے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ یہ اجتہادی تفسیر اس قابل ہوتی ہے کہ اس میں کمی زیادتی یا تبدیلی وغیرہ کر دی جائے۔

علامہ زرقانی کی رائے میں قرآن کتاب ہدایت و اعجاز ہے اس لئے مناسب نہیں کہ ہم قرآن کی ہدایت سے تجاوز و اعراض کریں۔ قرآن حکیم نے اگر کسی جگہ مظاہر کائنات کو ذکر کیا ہے تو وہ یقینی طور پر ہدایت کے لئے ہی ہے اور یہ دلالۃ الخلق علی الخالق کی قبیل سے ہے۔ قرآن میں حقائق کونیہ کا تذکرہ اس لئے نہیں ہے کہ قرآن ہیئت و فلکیات، طبیعیات و کیمسٹری کے حقائق علمیہ کی شرح کرے، نہ اس لئے ہے کہ اس سے حساب، جبر و مقابلہ اور علم ہندسہ کا کوئی مسئلہ حل کیا جائے اور نہ مقصد یہ ہے کہ قرآن علم حیوانات، نباتات یا طبقات الارض کے مسائل پر گفتگو کرے۔[39]

عباس العقاد اپنی کتاب الفلسفۃ القرآنیۃ میں اس حوالے سے رائے دیتے ہیں:

"جب بھی نئی نسل کے سامنے کوئی نئی سائنسی تحقیق آئے تو کتاب عقیدہ سے یہ مطالبہ نہ کیا جائے کہ وہ اس تحقیق سے مطابقت رکھے نہ اس کتاب کے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ تم ان علوم و تحقیقات کا اپنی کتاب سے استخراج کر کے دکھاؤ کیونکہ کتابِ عقیدہ کا یہ منصب ہی نہیں ہے۔"[40]

علامہ اسید الحق قادری کے مطابق سائنسی تفسیر کرنے والے بعض جدید مفسرین کی عادت ہے کہ جب وہ

کسی آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں تو یہ تاثر دیتے ہیں کہ نزول قرآن سے لے کر آج تک اس آیت کا درست مفہوم نہیں سمجھا گیا۔ کسی آیت کے معنی و مفہوم کے سلسلے میں از اول تا آخر پوری امت کو خاطی یا جاہل گردانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔ یہ بہت سنگین جرم ہے۔ اس طریقہ تفسیر کو اس شرط پر قبول کیا جاسکتا ہے کہ یہ قدیم تفسیر میں ایک اضافہ ہو نہ کہ یہ طریقہ تفسیر قدیم تفاسیر پر خط تنسیخ کھینچ دے۔[41]

جدید علوم کی روشنی میں تفکر کے بارے میں ڈاکٹر محمود غازی کی رائے یہ ہے کہ تفکر و تدبر وہیں ہوتا ہے جہاں نص صریح نہ ہو، اجتہاد جس طرح بقیہ احکام میں جاری رہے گا اسی طرح تفسیر القرآن میں بھی جاری رہے گا اور جو شخص صحیح رائے پر پہنچے گا اسے دو اجر ملیں گے اور جو خطا کرے گا اس کے لئے ایک اجر ہے اس لئے بظاہر متاخرین کا یہ نکتہ نظر درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ رائے کہ جس کی بنیاد اجتہاد اور بصیرت پر ہو، وہ رائے جس کی بنیاد شریعت کے عمومی احکام پر ہو، جو عربی آہنگ اور اصول و قواعد سے ہم آہنگ ہو اور اس سے اسلام کے عمومی تصور پر زد نہ پڑتی ہو وہ رائے قابل قبول ہے اور اس کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کی جانی چاہیے۔[42]

ڈاکٹر رفیع الدین علم جدید کی اصطلاح میں آفاق و انفس سے مراد طبیعیات، فلکیات، حیاتیات اور نفسیات لیتے ہیں اور ان علوم میں جو ترقی ہو چکی ہے اور جو ہونا باقی ہے ان کے الفاظ میں یہ قرآن کا لفظی نہیں تو معنوی حصہ ضرور ہیں اور ہونگی، یہ دریافتیں دراصل قرآن کریم کی تعبیر و تشریح میں معاون ہیں۔ قرآن میں ایک معنوی سمندر موجود ہے جو لامتناہی ہے۔ انفس و آفاق میں نمودار ہونے والی آیات (نشانیاں) بظاہر قرآن سے باہر ہوں گی لیکن اس کے باوجود قرآن کی اس طرح تشریح کریں گی کہ قرآن کی صداقت پر شبہ ناممکن ہو جائے گا۔[43]

قرآن کی تفسیر علمی کی افادیت کے قائل علماء میں مولانا عبد الماجد دریابادی، مولانا حنیف ندوی، علامہ شہاب الدین ندوی، ابو الکلام آزاد، سید ابو الاعلی مودودی، ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر ظفر الاسلام اور علامہ محمد اقبال کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ علامہ اقبال کے مطابق:

"فطرت کا سائنسی مشاہدہ ہمیں حقیقت مطلقہ کے طرز عمل سے قریب تر رکھتا اور اس میں زیادہ بصیرت کے لئے ہمارا اندرونی ادراک تیز تر کر دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ علم کی ہر جستجو عبادت ہی کی ایک شکل ہے اور اس لئے فطرت کا سائنسی مشاہدہ بھی کچھ ویسی ہی فعل ہے جیسے حقیقت کی طلب میں صوفی کا سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرنا۔۔۔ یونانی فلسفے کے برخلاف قرآن میں عالم محسوسات کو مشاہدہ کرنے اور اس سے حقیقت کا پتا چلانے میں مدد لینے کی تلقین کی گئی ہے۔"[44]

خلاصہ بحث

اس پوری بحث کا خلاصہ یوں نکالا جاسکتا ہے کہ سائنسی تفسیر، عقل و نقل کے توازن کو برقرار رکھتے ہوئے، قرآن مجید کی آیات کو جدید سائنسی تناظر میں دیکھنے کی ایک کوشش ہے، جو کہ بجا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس عمل میں اسلامی کلامی اصولوں اور قرآن کے مقصد کو مد نظر رکھا جائے اس طرح کرنے سے سائنسی تفسیر نہ صرف علمی لحاظ سے بلکہ ایمانی لحاظ سے بھی ایک مضبوط بنیاد فراہم کرے گی۔

علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ سائنسی تفسیر کرتے وقت اسلامی کلامی اصولوں کا احترام کیا جائے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی سائنسی دریافت قرآن کے کسی بیان کے بظاہر خلاف ہو تو اسلامی علماء نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ یا تو سائنسی دریافت مکمل نہیں ہے یا اس کے بارے میں ہماری تفہیم محدود ہے۔ قرآن کی آیات کی تشریح میں جلد بازی یا غیر ضروری موشگافیوں سے گریز کرنا چاہیے تاکہ قرآن کی اصل روح متاثر نہ ہو۔

حوالہ جات

1 الفرقان:33۔ (اور جب کبھی یہ لوگ تمہارے پاس کوئی انوکھی بات لے کر آتے ہیں، ہم تمہیں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ عطا کر دیتے ہیں)

Al-Furqan (25:33) " .

2. ابن فارس، مقاییس اللغۃ، تحقیق عبد السلام ہارون، دار الجیل بیروت، 1420ھ، ج4، ص504

Ibn Faris, *Maqayis al-Lughah*, edited by Abd al-Salam Harun, Dar al-Jeel, Beirut, 1420 AH., Vol. 4, p. 504 .

3. ابوحیان، محمد بن یوسف، تفسیر البحر المحیط، ت عادل احمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1993، ج1، ص10

Abu Hayyan, Muhammad ibn Yusuf, Tafsir al-Bahr al-Muhit, edited by Adil Ahmad Abd al-Majid, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1993, Vol. 1, p. 10 .

4. ابوحیان، محمد بن یوسف، تفسیر البحر المحیط، ج1، ص121

Abu Hayyan, Muhammad ibn Yusuf, Tafsir al-Bahr al-Muhit, Vol. 1, p. 121 .

5. بدر الدین زرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرھان فی علوم القرآن، ت محمد ابو الفضل ابراہیم، مکتبہ دار التراث القاہرۃ، ج1، ص13

Badr al-Din al-Zarkashi, Muhammad ibn Abd Allah, Al-Burhan fi 'Ulum al-Qur'an, edited by Muhammad Abu al-Fadl Ibrahim, Maktabah Dar al-Turath, Cairo, Vol. 1, p. 13 .

6. السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ت سعید المندوب، دار الفکر، لبنان، 1996ء، ص435

Al-Suyuti, Jalal al-Din, Al-Itqan fi 'Ulum al-Qur'an, edited by Said al-Mandub, Dar al-Fikr, Lebanon, 1996, p. 435 .

7. عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان، ت فواز احمد زمرلی، دار الکتب العربی 1995ء، ج2، ص3
Abd al-Azim al-Zurqani, Manahil al-Irfan, edited by Fawaz Ahmad Zumrali, Dar al-Kutub al-Arabi, 1995, Vol. 2, p. 3 .

8. انظر: محمد حسین الذھبی، التفسیر والمفسرون، مکتبہ وھبہ القاھرۃ 2000ء، ص183۔ قال محمد حسین الذھبی: یطلق الرای علی الاعتقاد، وعلی الاجتھاد وعلی القیاس، ومنہ: اصحاب الرائ: ای اصحاب القیاس، والمراد بالرای ھنا الاجتھاد، فالتفسیر بالرائ: عبارۃ عن تفسیر القرآن بالاجتھاد بعد معرفۃ المفسر لکلام العرب ومناحیھم فی القول، ومعرفتہ للالفاظ العربیۃ ووجوہ دلالاتھا، واستعانتہ فی ذالک بالشعر الجاھلیۃ ووقوفہ علی اسباب النزول ومعرفتہ بالناسخ والمنسوخ من آیات القرآن، وغیر ذالک من ادوات التی یحتاج الیھا المفسر۔
See: Muhammad Husayn al-Dhahabi, Al-Tafsir wa al-Mufassirun, Maktabah Wahbah, Cairo, 2000, p. 183.

9. تفصیل کے لئے دیکھیے: عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان، ج1، ص14
For details, see: Abd al-Azim al-Zurqani, Manahil al-Irfan, Vol. 1, p. 14 .

10. دیکھیے: ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، ج1، ص39
See: Abu Hamid al-Ghazali, Ihya 'Ulum al-Din, Vol. 1, p. 39 .

11https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english-arabic/science
Science: "Any system of knowledge that is concerned with the physical world and its phenomena and that entails unbiased observations and systematic experimentation. In general, a science involves a pursuit of knowledge covering general truths or the operations of fundamental laws ".

12. امین الخولی، التفسیر نشاتہ، تدرجہ، تطورہ، دار الکتب اللبنانی بیروت، ط1، ص49
Amin al-Khuli, Al-Tafsir: Nashatuhu, Tadarrajuhu, Tatawwuruhu, Dar al-Kutub al-Lubnani, Beirut, 1st Edition, p. 49 .

13. محمد حسین الذھبی، التفسیر والمفسرون، ج2، ص349
Muhammad Husayn al-Dhahabi, Al-Tafsir wa al-Mufassirun, Vol. 2, p. 349 .

14. فھد الرومی، اتجاھات التفسیر فی القرن الرابع عشر، مکتبۃ التوبۃ الریاض 1421ھ، ج2، ص549
Fahd al-Rumi, Ittijahat al-Tafsir fi al-Qarn al-Rabi’ Ashar, Maktabah al-Tawbah, Riyadh, 1421 AH, Vol. 2, p. 549 .

15. تفصیل کے لئے دیکھیے: زغلول نجار، تفسیر الآیات الکونیۃ، ج1، ص55
For details, see: Zaghlul al-Najjar, Tafsir al-Ayat al-Kawniyyah, Vol. 1, p. 55 .

16. عادل بن علی الشدی، التفسیر العلمی للقرآن الکریم، دار الوطن للنشر، الریاض 2010ء، ص15
Adil bin Ali al-Shiddi, Al-Tafsir al-‘Ilmi lil-Qur’an al-Karim, Dar al-Watan li al-Nashr, Riyadh, 2010, p. 15 .

17. تفصیل کے لئے دیکھیے: البقرۃ:30-32۔ محمد:24۔ النحل:125۔ الحج:46
For details, see: Al-Baqarah (2:30–32), Muhammad (47:24), Al-Nahl (16:125), Al-Hajj .(22:46)

18. ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم، تاویل مختلف الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ص32

Ibn Qutaybah, Abu Muhammad Abdullah bin Muslim, Ta'wil Mukhtalif al-Hadith, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, p. 32 .

19. النساء:59۔ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو، یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔)

Al-Nisa (4:59): ".

20. تفصیل کے لئے دیکھیے: ابن تیمیۃ، احمد بن عبد الحلیم الحرانی، درء تعارض العقل والنقل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج1، ص192،159،156،146

For details, see: Ibn Taymiyyah, Ahmad bin Abdul Halim al-Harrani, Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut, Vol. 1, pp. 146, 156, 159, 192 .

21. تفصیل کے لئے دیکھیے: الغزالی، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، الاقتصاد في الاعتقاد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت–لبنان 2004، ص133

For details, see: Al-Ghazali, Abu Hamid Muhammad bin Muhammad al-Ghazali al-Tusi, Al-Iqtisad fi al-I'tiqad, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, 2004, p. 133 .

22. قاضی ابن العربی، محمد بن عبد اللہ أبو بكر بن العربي، قانون التاویل، دار القبلة للثقافة الإسلاميَّة، جَدّة، مؤسَسَة عُلوم القرآن، بيروت، ص646

Qadi Ibn al-'Arabi, Muhammad bin Abdullah Abu Bakr bin al-'Arabi, Qanun al-Ta'wil, Dar al-Qiblah lil-Thaqafah al-Islamiyyah, Jeddah, Mawsasah 'Ulum al-Qur'an, Beirut, p. 646 .

23. زغلول نجار، الارض فی القرآن الکریم، ص22

Zaghlul al-Najjar, Al-Ard fi al-Qur'an al-Karim, p. 22 .

24. ابو حامد محمد الغزالی، احیاء علوم الدین، ج1، ص290

Abu Hamid Muhammad al-Ghazali, Ihya 'Ulum al-Din, Vol. 1, p. 290 .

25. الغزالی، ابو حامد محمد، جواہر القرآن، ت محمد رشید رضا، دار احیاء العلوم بیروت 1990ء، ص44

Al-Ghazali, Abu Hamid Muhammad, Jawahir al-Qur'an, edited by Muhammad Rashid Rida, Dar Ihya al-'Ulum, Beirut, 1990, p. 44 .

26. محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون، ج2، ص349

Muhammad Husayn al-Dhahabi, Al-Tafsir wa al-Mufassirun, Vol. 2, p. 349 .

27. الرازی، فخر الدین محمد، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی بیروت، ط3، ج2، ص116

Al-Razi, Fakhr al-Din Muhammad, Mafatih al-Ghayb, Dar Ihya al-Turath al-'Arabi, Beirut, 3rd Edition, Vol. 2, p. 116 .

28. ڈاکٹر عاصم نعیم، اردو ادب کی ایک اہم سائنسی تفسیر، جہات الاسلام، ج9، شمارہ 1، جولائی–دسمبر 2015، ص37

Dr. Asim Naeem, "Urdu Adab Ki Aik Ahem Sa'insi Tafsir," Jihat al-Islam, Vol. 9, No. 1, July–December 2015, p. 37 .

29. دیکھیے: ابو حیان اندلسی، تفسیر البحر المحیط، ج1، ص141

See: Abu Hayyan al-Andalusi, Tafsir al-Bahr al-Muhit, Vol. 1, p. 141 .

30. ابو اسحاق الشاطبی، موافقات فی اصول الشریعۃ، ج2، ص62

Abu Ishaq al-Shatibi, Al-Muwafaqat fi Usul al-Shari'ah, Vol. 2, p. 62 .

31. تفصیل کے لئے دیکھیے: موافقات فی اصول الشریعہ، محولہ بالا، ج2، ص60-63

For details, see: Al-Muwafaqat fi Usul al-Shari'ah, referenced above, Vol. 2, pp. 60–63 .

32. محمد حسین الذھبی، التفسیر والمفسرون، ج2، ص362

Muhammad Husayn al-Dhahabi, Al-Tafsir wa al-Mufassirun, Vol. 2, p. 362.

33. محمود شلتوت، تفسیر القرآن الکریم، الاجزاء العشرۃ الاولی، دار الشروق بیروت1974ء، ص11

Mahmoud Shaltout, Tafsir al-Qur'an al-Karim, Al-Ajza' al-'Asharah al-Ula, Dar al-Shuruq, Beirut, 1974, p. 11 .

34. السید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق القاھرہ2003ء، ج1، ص82

Sayyid Qutb, Fi Zilal al-Qur'an, Dar al-Shuruq, Cairo, 2003, Vol. 1, p. 82 .

35. بحوالہ: اسید الحق قادری بدایونی، قرآن کی سائنسی تفسیر، مکتبہ برکات المدینہ کراچی2012ء، ص19

Cited in: Usayd al-Haq Qadri Badauni, Qur'an ki Sa'insi Tafsir, Maktabah Barakat al-Madinah, Karachi, 2012, p. 19 .

36. طاہر بن عاشور، التحریر والتنویر، ج1، ص45

Tahir bin Ashur, Al-Tahrir wa al-Tanwir, Vol. 1, p. 45 .

37. طاہر بن عاشور، التحریر والتنویر، ص46

Tahir bin Ashur, Al-Tahrir wa al-Tanwir, p. 46 .

38. زغلول نجار، تفسیر الآیات الکونیۃ، ج1، ص39

Zaghlul al-Najjar, Tafsir al-Ayat al-Kawniyyah, Vol. 1, p. 39 .

39. عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان، ج2، ص49

Abd al-'Azim al-Zurqani, Manahil al-'Irfan,, Vol. 2, p. 49 .

40. عباس محمود العقاد، الفلسفۃ القرآنیۃ، دار نھضۃ مصر لطباعۃ والنشر مصر، ص36۔ بحوالہ: قادری، اسید الحق بدایونی، قرآن کی سائنسی تفسیر، ص43

Abbas Mahmoud al-Aqqad, Al-Falsafah al-Qur'aniyyah, Dar Nahdat Misr li-Tiba'ah wa al-Nashr, Egypt, p. 36, cited in: Qadri, Usayd al-Haq Badauni, Qur'an ki Sa'insi Tafsir, p. 43 .

41. قادری، اسید الحق بدایونی، قرآن کی سائنسی تفسیر، مکتبہ برکات المدینہ کراچی2012ء، ص43

Qadri, Usayd al-Haq Badauni, Qur'an ki Sa'insi Tafsir, Maktabah Barakat al-Madinah, Karachi, 2012, p. 43 .

42. بحوالہ: عبد الماجد، سید از کیاء ہاشمی، موجودہ دور میں سائنسی علوم کے تناظر میں قرآنی تفسیر، معارف اسلامی ج18، شمارہ 2، ص29

Cited in: Abdul Majid, Syed Azkiah Hashmi, "Maujooda Daur mein Sa'insi Uloom ke Tanazur mein Qur'ani Tafsir," Ma'arif-e-Islami, Vol. 18, No. 2, p. 29 .

43. بحوالہ: عبد الماجد، سید از کیاء ہاشمی، موجودہ دور میں سائنسی علوم کے تناظر میں قرآنی تفسیر، معارف اسلامی ج18، شمارہ 2، ص30

Cited in: Abdul Majid, Syed Azkiah Hashmi, "Maujooda Daur mein Sa'insi Uloom ke Tanazur mein Qur'ani Tafsir," Ma'arif-e-Islami, Vol. 18, No. 2, p. 30 .

44. ایضاً، ص31

Ibid., p. 31